صدیق اکبر

اور

فاروقِ اعظم

مُصنّف

عبدالکریم مشتاق

صدیقِ اکبر
اور
فاروقِ اعظم

مؤلفہ
عبدالکریم مشتاق

ناشران
رحمت اللہ بک ایجنسی ناشران و تاجرانِ کُتب
بمبئی بازار نزد خوجہ شیعہ اثنا عشری مسجد۔ کھارادر۔ کراچی ۲
مطبع نفیس اکیڈمی آفسیٹ پرنٹرز

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف اوّل

اے گرفتارِ ابوبکرؓ و علیؑ ہشیار باش
بے خبر از معنیٔ سرّ و جلی ہشیار باش

یہ رسالہ موسومہ "صدیق اکبر اور فاروقِ اعظم" حضرت امیر المومنین امام المتقین علی علیہ السلام کے فضائل کے سلسلہ میں آپ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ عقیدت تو رہی ایک طرف، اگر تھوڑی دیر کے لئے کردار کے لحاظ سے بنظرِ انصاف دیکھا جائے تو یہ بات مان لینے کے سوا کوئی چارہ نظر نہیں آتا کہ حضرت حیدرِ کرارؑ وہ عظیم الشان راہنما ہیں جنہیں نہ صرف کامل مذہبی پیشوا ہونے کا اعزاز حاصل ہے بلکہ آپ پوری انسانیت کے لئے ہدایت کے روشن آفتاب ہیں۔

حضرت امیر علیہ السلام کے فضائل کا بیان بشری احاطہ سے باہر ہے اور انسانی بساط اس کوشش کی تکمیل کے لئے عاجز ثابت ہوئی ہے۔ مگر محض حصولِ ثواب کی خاطر بندہ نے حضرات اہل سنتہ والجماعۃ کی معتبر کتبِ حدیث و تفسیر سے استفادہ حاصل کرکے ذکرِ علیؑ کی عبادت کا شرف حاصل کرنے کی سعی میں قدم اٹھایا ہے۔ اور فریقِ مخالف کے مسلمات کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ مشہور خطابات "صدیق اکبر" اور "فاروق اعظم" اور "سیف اللہ" بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صرف حضرت علی علیہ السلام کو ہی عطا ہوئے ہیں۔ اور کسی دوسرے

صحابی کو مذکورہ خطابات حضرت رسول اکرمؐ کی زبانِ وحی بیان سے عنایت نہ کیئے گئے۔

میں نے انتہائی محتاط کوشش کی ہے کہ طرزِ تحریر ناخوشگوار نہ ہو لیکن پھر بھی اگر بعض حضرات کہیں خلافِ طبیعت امر پائیں تو براہِ کرم درگذر فرمالیں۔ بزرگانِ اہل سنتہ والجماعتہ کے نام ادب واحترام سے لکھے گئے ہیں اور مقصدِ تحریر ہرگز ہرگز کسی مسلک کے بزرگان مذہبیہ کی تنقیص نہیں ہے۔ کیونکہ کسی بزرگ کی فضیلت بیان کرنا کسی دوسرے کی تنقیص نہیں ہوا کرتی ہے۔ میرا مدعا محض دعوتِ فکر دینا ہے۔ لہٰذا بصد ادب ملتجی ہوں کہ رسالہ ہٰذا کا مطالعہ محض تحقیقِ حق وابطال باطل کے جذبات کا لحاظ رکھتے ہوئے کیا جاوے۔ توقع ہے کہ تمام برادرانِ اسلام بالکل غیر جانبداری سے مطالعہ فرما کر منصفانہ رائے قائم کریں گے۔ اور اپنے بے لاگ تبصرہ اور قیمتی آراء و مشوروں سے نوازیں گے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام ملّتِ اسلامیہ میں اتحاد و محبت قائم رکھے۔ آمین۔

احقر

عبدالکریم مشتاق

8/11/G/3 ۔ ناظم آباد۔ کراچی ۱۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید الانبیا والمرسلین و آلہ الطیبین الطاہرین المعصومین

امّا بعد .....

عام فہم بات ہے کہ ہر کلمہ گو مسلمان اللہ کے بتائے ہوئے "صراطِ مستقیم" پر چلنے کا خواہش مند ضرور ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خواہ اس کا تعلق کسی بھی فرقہ یا جماعت سے ہو اور کسی بھی مسلک پر کاربند ہو خود کو سیدھی راہ پر ہی سمجھتا ہے اور دیگر تمام نظریات و مسالک اس کے نزدیک صحیح نہیں ہوتے۔ حالانکہ یہ امر محتاجِ بیان نہیں ہے کہ صراطِ مستقیم صرف ایک ہی راستہ ہے۔ عقائد و اعمال کی مختلف راہیں تمام کی تمام صراطِ مستقیم قرار نہیں پا سکتی ہیں۔ نیز یہ بات بھی صحیح اور قابلِ قبول نہیں ہو سکتی کہ اہلِ اسلام میں مروجہ تمام کے تمام فرقے گمراہ تصور کر لئے جائیں کیونکہ ایسا مفروضہ دینِ الٰہی کے لئے سخت مضر ثابت ہو گا۔ لہٰذا یہ لازمی امر ہے کہ فرق ہائے اسلامیہ میں کوئی ایک گروہ یقیناً صراطِ مستقیم پر گامزن ہے۔ اور اس فرقہ کا وجود دورِ رسولِ مقبولؐ اور اس کے بعد ہمیشہ قائم رہا ہو۔ کیونکہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد کوئی فرقہ گذشتہ چودہ صدیوں میں راہِ حق پر تھا ہی نہیں اور بعد میں تحقیق و تفسیر بالرائے کے سہارے پیدا ہوا تو تمام مسلمان جو ماضی کے ڈیڑھ ہزار سال میں گذرے گمراہ قرار پا جائیں گے۔ جو کہ امرِ محال ہے۔ چنانچہ خود پیغمبرؐ کا ارشاد ہے کہ "میری کُل

اُمّت گمراہی پر جمع نہ ہوگی"۔ اس لیئے کوئی نیا فرقہ صراطِ مستقیم پر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اور یہ بات تاریخ سے پوری طرح ثابت ہے کہ اسلام کے دو ہی فرقے سب سے پرانے ہیں یعنی اہل السنتہ والجماعتہ اور شیعانِ اہلِ بیتِ رسولؐ لہٰذا لازم ہوا کہ ان ہی دونوں راستوں میں سے کوئی ایک صراطِ مستقیم ہو۔ اب میدانِ تحقیق میں اُترتے ہوئے ہر محقق اور متلاشئ حق کو یہ دیکھنا ہے کہ صراطِ مستقیم کیا ہے؟ ان دونوں پرانے فرقوں میں سے کس کے عقائد اور راہِ عمل کو صراطِ مستقیم تسلیم کیا جائے؟

پروردگارِ عالم نے سورۂ فاتحہ میں تخصیص فرمادی ہے کہ صراطِ مستقیم اُن ہستیوں کا راستہ ہے جنہیں بارگاہِ احدیت سے خاص نعمتیں عطا ہوئیں جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے "صراط الذین انعمت علیھم" اور خود ہی پروردگارِ عالم نے دوسرے مقام پر وضاحت فرمائی کہ "انعمت علیھم" کے مصداق کون ہیں؟ فرمایا " ومن یطع اللہ والرسول اولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداءِ والصالحین " یعنی " اور جنہوں نے اطاعت کی اللہ کی اور رسولؐ کی وہی لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جنہیں اللہ نے اپنی خاص نعمتوں سے نوازا تمام نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین میں سے"۔

پس واضح ہوگیا کہ انبیاءؑ، صدیقین، شہدا اور صالحین میں سے بھی مخصوص ہستیاں "انعمت علیھم" کی مصداق ہیں جن کی راہ "صراطِ مستقیم" کی طرف سورۃ الفاتحہ رغبت دلا رہی ہے۔ اب دیکھ لیجیے کہ ان دونوں میں سے جس مذہب کے پیشوا بعد از رسولؐ صدیق، شہید اور صالح ہوں اور جن سے کبھی بھی اطاعتِ خدا اور رسولؐ کے خلاف کوئی فعل سرزد

نہ ہوا ہو۔ نیز علم وعمل میں کوئی بھی شخص بعد از رسولؐ ان کا ہمسر نہ ہو بیشک و بلاشبہ وہی مذہب صراطِ مستقیم ہے۔ مختصر یہ کہ پیشوایانِ مذہب حقّہ اور صاحبانِ صراطِ مستقیم میں مندرجہ ذیل شرائط کا موجود ہونا ضروری ہے اور ان کے مفقود ہونے پر وہ راہنما یا پیشوا خود مع اپنے پیروکاروں کے صراطِ مستقیم سے علیحدہ ہو جائیں گے۔

(۱) ان میں صدیق، شہداء اور صالحین کے مراتب عالیہ پر فائز ہستیاں موجود ہوں۔

(۲) انہوں نے کبھی اطاعتِ خدا اور رسولِ خدا سے کنارہ کشی اختیار نہ کی ہو۔

آیئے پہلے ہم شرطِ اوّل کی مناسبت سے دیکھیں کہ صدیق کون ہے؟ اور پروردگارِ عالم کے مقدّس رسولؐ نے صدیقیت کی سند کس کو عطا فرمائی؟ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اُسی ہستی کو صدیق تسلیم کرے جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خطاب عطا فرمایا ہو۔ کیونکہ حکم رسولؐ کے خلاف کسی دوسرے کو صدیق تسلیم کر لینے سے اطاعتِ رسولؐ کی خلاف ورزی ہو گی۔ اور ایسا تسلیم کر لینے والا آیۂ مذکورہ بالا کے مطابق انعام کا مستحق قرار نہیں پائے گا۔ اور ان ہستیوں کے ساتھ نہیں ہو گا جن پر اللہ کا انعام خاص ہوا۔ جیسا کہ ارشاد شرط کے ساتھ ہے کہ "جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کی وہ ان ہستیوں کے ساتھ ہوں گے" نیز کسی کو عہدۂ صدیقیت، مقام شہادت و مرتبۂ صالحیت عطا کرنا انسان کے اختیار میں نہیں اور نہ ہی خدا کسی کا پابند ہے کہ جسے لوگ صدیق کہنے لگ جائیں اُسے خدا واقعی صدیق بنا دے۔

چنانچہ آیئے اب اس بات کا جائزہ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کے ذریعے کس ہستی کو عہدہ صدیقیت کے لئے منتخب کیا اور اس مسئلہ میں سرکارِ رسالتمآب کا فیصلہ کیا ہے۔

رسولِ مقبولؐ کا فیصلہ

جناب سلیمان فارسیؓ (ممتاز صحابیٔ رسولؐ) نے بیان کیا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کے متعلق فرمایا کہ یہ (علیؑ) وہ ہے جو مجھ پر سب سے پہلے ایمان لایا۔ اور قیامت کے دن سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کرے گا۔ اور "یہ صدیق اکبر ہے اور یہی فاروق اعظم ہے" حق وباطل کے فرق کو واضح کر دے گا۔ اور یہ مومنوں کا یعسوب ہے۔ اور منافقوں کا یعسوب مال ہے"۔ (واضح ہو کہ یعسوب شہد کی مکھیوں کے سردار کو کہتے ہیں جس کی قیادت میں اور جس کے زیرِ حکم تمام مکھیاں کام کرتی ہیں)

(روایت اہل سنت:۔ منتخب کنز العمال حاشیہ مسند امام احمد بن حنبل مطبوعہ مصر جلد ۵ ص ۳۳، ارجح المطالب باب ۱ ص ۲۳ دیلمی وطبرانی وغیرہ)

حضرت ابوذر غفاریؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب امیرؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ بتحقیق یہ (علیؑ) وہ ہے جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا ہے اور یہ اس امت میں حق و باطل کے درمیان فرق کرنیوالا ہے اور یہ مومنوں کا یعسوب (یعنی امیر) ہے اور یہ وہ ہے جو قیامت کے روز سب سے پہلے مجھ سے ملاقات کرے گا **اور یہ صدیق اکبر ہے۔**

(روایت اہل سنت:۔ اخرجہ الطبری والدیلمی والطبرانی فی الکبیر بحوالہ ارجح المطالب باب ۱ ص ۲۳ مولوی عبید اللہ بسمل)

حضرت علیؑ کا دعوےٰ

مندرجہ بالا احادیث کو حضرت علی علیہ السلام کے دعویٰ سے تقویت حاصل ہوتی ہے۔ حضرت امیرؑ فرماتے ہیں کہ :۔

"عباد بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ اور رسولِ خدا کا بھائی ہوں اور میں ہوں صدیق اکبر۔ میرے بعد (سوا) کوئی یہ دعویٰ نہ کرے گا سوائے جھوٹے کے میں نے لوگوں سے سات برس پہلے نماز پڑھی۔

(روایت اہل سنت :۔ اخرجہ احمد فی المناقب۔ النسائی فی الخصائص والحاکم فی المستدرک وحافظ ابو زید عثمان ابن ابی شیبہ فی سنن و ابن عاصم فی السنہ وحافظ ابو نعیم فی الحلیۃ۔ العقیلی بحوالہ ارجح المطالب باب اوّل ص ۲۲ نیز دیکھیے کنز العمال ملا علی متقی جلد ۶ ص ۵۴ احادیث ۲۵۵۶ حافظ جلال الدین سیوطی جلیل القدر علامہ اہل سنۃ لآلی میں اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے)

"معاذۃ العدویہ نے کہا میں نے حضرت علیؑ کو منبر بصرہ پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں صدیق اکبر ہوں۔ قبل اس کے کہ ابوبکر ایمان لاتے میں ایمان لایا ہوں اور ابوبکر کے اسلام لانے سے پہلے اسلام لایا ہوں"

(روایت اہل سنۃ :۔ المعارف ابن قتیبہ، الریاض النضرۃ فی الفضائل العشرہ المحب الطبری بحوالہ ارجح المطالب باب اوّل ص ۲۲ مولوی عبیداللہ بسمل امرتسری)

ارشادِ امامؑ سے معلوم ہوا کہ سبقتِ ایمان صدیقیت کیلئے ایک شرط ہے۔

تصدیقِ رسالتِ محمدیہ ص

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے کہ علیؑ کو فرما رہے تھے کہ تو وہ شخص ہے جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا ہے اور میری تصدیق کی ہے اور تو صدیقِ اکبر ہے۔"

(روایت اہل سنتہ اخرجہ الحاکم وریاض النفرہ بحوالہ ارجح المطالب باب اوّل صفحہ ۲۱)

اِس روایت سے یہ واضح ہوگیا ہے بروئے حدیثِ پیغمبر جناب سرورِ دو عالمؐ نے صدیق اکبر کے خطاب کی کسوٹی تصدیق رسالت کو قرار دیا ہے۔

صدّیق تین ہی ہیں

حضرت ابن عباس اور ابولیلیٰ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ صدیق تین ہیں۔ اول حبیب النجّار مومن آل یٰسین جس نے کہا تھا اے قوم! مرسلین کی اتباع کرو۔ اور دوسرے آلِ فرعون میں سے مومن حزقیل جنہوں نے یہ کہا تھا کہ اے لوگو! تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا پالنے والا اللہ ہے۔۔ اور تیسرے علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور وہ ان دونوں سے افضل ہیں۔"

(روایت اہل سنت:۔ اخرجہ بخاری واحمد بحوالہ ارجح المطالب باب اوّل صفحہ ۲۲)

حضرت امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول کریمؐ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ قیامت میں ہم چار شخصوں کے سوا پانچواں شخص سوار نہ ہوگا ایک انصاری صحابی نے اٹھ کر عرض کیا یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں وہ چار شخص کون ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا کہ ایک تو میں ہوں کہ براق پر سوار ہوں گا۔ اور میرا بھائی صالحؑ نبی ناقۃ اللہ پر سوار ہوگا جس کے پاؤں کاٹے گئے تھے اور میرا چچا حمزہؓ ناقہ عصبا پر سوار ہوگا اور میرا بھائی علیؑ جنت کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی پر سوار ہوگا اور اس کے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا۔ اور وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پکارتا ہوگا۔ تمام آدمی کہیں گے کہ یہ کوئی مقرب فرشتہ ہے یا نبی مرسل یا حامل عرش ہے عرش کے اندر سے ایک فرشتہ جواب دے گا کہ اے لوگو! یہ نہ کوئی مقرب فرشتہ ہے اور نہ ہی نبی مرسل یا حاملِ عرش ہے یہ صدیق اکبر علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہے۔

(روایت اہل سنت اخرجہ ابو جعفر العقیلی بحوالہ ارجح المطالب باب ۱ ص ۲۳)

منقولہ بالا روایات اہل سنۃ والجماعۃ سے مکمل طور پر ثابت ہوا کہ لقب "صدیق اکبر" درحقیقت حضرت علیؑ کے لئے خاص ہے۔

صدق حضرت علیؑ

ہم نے گذشتہ سطور میں تصدیق رسالت اور سبقت ایمان کے لحاظ سے حضرت علی علیہ السلام کے لئے "صدیق اکبر" کا لقب بزبانِ رسول خداؐ ثابت کیا اب صداقت کے اعتبار سے اس خطاب کے مصداق کا تعارف زبانِ وحی بیان سے ملاحظہ کیجیے۔

"ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ علیؑ سچّوں کے سردار ہیں۔"

(روایت اہل سنت، تذکرہ خواص الائمہ سبط ابن جوزی ارجح المطالب ب ۱ ص ۱۹)

مقامِ شہید اور حضرت علیؑ

اُم المومنین حضرت بی بی عائشہ سے روایت ہے کہ میں (عائشہ) نے جناب رسالت پناہؐ کو دیکھا کہ آپ علیؑ کو بغل میں لئے ہوئے ہیں اور ان کو چُوم رہے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں۔ "میرا باپ قربان ہو یہ "وحید الشہید" ہے"

(روایت اہل السنتہ:۔ اخرجہ ابو یعلی فی مسند و ابن حجر مکی فی صواعق محرقہ بحوالہ ارجح المطالب باب ۱ ص ۳۷)

"عاد بن عبد اللہ الاسیدی کہتے ہیں کہ میں نے جناب امیرؑ کو منبر پر فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ قریش میں سے کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جس کے حق میں ایک یا دو آیتیں نازل نہ ہوئی ہوں۔ ایک شخص نے پوچھا آپ کی شان میں کونسی آیت نازل ہوئی ہے۔ حضرت امیرؑ غصے ہو کر فرمانے لگے اگر تو سب کے سامنے نہ پوچھتا تو میں تجھے ہرگز نہ بتاتا۔ افسوس ہے کہ تو نے سورۂ ہود میں نہیں پڑھا "افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ" جناب رسول اکرمؐ تو "علی بینہ من ربہ" ہیں اور "ویتلوہ شاھد منہ" میں ہوں۔"

(روایت اہل السنتہ:۔ ابن مردویہ، فقیہہ ابن المغازلی، ابن حاتم و ابن عساکر و السیوطی فی الدر منثور بحوالہ ارجح المطالب باب ۱ ص ۳۶)

مقام صالحیت اور حضرت علیؑ

حضرت اسماء بنت عمیس روایت کرتی ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ سے

سُنا ہے کہ خدائے پاک کے کلام میں صالح المومنین سے علیؑ مراد ہیں"۔
(روایت اہل سنت :۔ اخرجہ ابونعیم وابن ابی حاتم والمتقی فی کنز العمال، سیوطی فی الدر المنثور بحوالہ ارجح المطالب باب اوّل صہ ۳۵)

"ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ پروردگار تعالیٰ نے اس قول میں کہ ھو مولاہ جبریل وصالح المومنین.... صالح المومنین سے علیؑ ابن ابی طالبؑ مراد ہیں"۔ (روایت اہل سنت :۔ اخرجہ ابن عساکر وابن مردویہ والسیوطی فی الدر المنثور بحوالہ ارجح المطالب باب اوّل صہ ۳۵)

نیز اہل سنّت کے مشہور علامہ اور صاحب تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی نے اپنی کتاب اربعین میں تسلیم کیا ہے کہ صالح المومنین سے مراد حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

اب ہم امام احمد کی وساطت سے حضرت عمر کی روایت بطور شاہد لکھتے ہیں۔

حضرت علیؑ کی شانِ علم و عمل

"حضرت عمر بن الخطاب سے روایت ہے کہ بتحقیق جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب علیؑ سے فرماتے تھے کہ تم (علیؑ) سب مومنوں سے پہلے میرے ساتھ ایمان لانے والے ہو۔ (سب مومنوں میں حضرت ابوبکر بھی شامل ہوں گے) اور تم ان سب سے خدا کی آیتوں کا سب سے زیادہ تر علم رکھنے والے ہو (راوی حدیث بھی لفظ "سب" کے تحت ہیں) اور ان سب سے رعیّت کے ساتھ زیادہ مہربانی کرنے والے ہو۔ اور ان سب سے اللہ کے نزدیک اعظم (بڑے) مرتبے والے ہو"۔

(روایت اہل سنّۃ اخرجہ احمد بحوالہ ارجح المطالب باب ۲ صہ ۱۱)

قابلِ غور امر

روایاتِ مندرجہ بالا کو دیکھنے کے بعد اس امر کا انکشاف ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ نے "صدیق اکبر" ہونے کا دعویٰ فرماتے ہوئے حضرت ابوبکر کا ذکر اس انداز سے فرمایا ہے کہ صاحبانِ عقل سلیم خفیف سا غور کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے حضرت ابوبکر کے صدیق اکبر نہ ہونے کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ (ابوبکر) ان کے بعد مسلمان بنے۔ یعنی حضرت علیؑ نے تصدیق رسالت پہلے کی۔ پس واضح ہو گیا کہ مقام "صدیق اکبر" پر وہی ہستی فائز ہو سکتی ہے جو مسلم اول ہو۔ جناب علی علیہ السلام کا اپنے متعلق "صدیق اکبر" ہونے کا دعویٰ بلا شک و شبہ قابلِ قبول ہے اور جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ارشاداتِ مقدسہ کے بعد کلمہ اسلام پڑھنے والوں کے لئے قطعاً گنجائش نہیں رہتی کہ وہ حضرت علیؑ کو "صدیق اکبر" ماننے کی بجائے کسی دوسرے کو اس خطاب کا مصداق تسلیم کریں۔ اسی لئے حکیم الامت علامہ اقبال جیسے مفکر و فلسفی مردِ قلندر کو یہ اقرار کرنا پڑا کہ۔

مسلم اول شہ مرداں علیؑ
عشق را سرمایۂ ایمان علیؑ

فاروق اعظم

کتب اہل سنت والجماعت میں درج شدہ روایات سے یہ بات مکمل طور پر ثابت ہوتی ہے کہ "صدیق اکبر" کی طرح خطاب "فاروق اعظم" بھی

دربارِ نبوی سے حضرت علی علیہ السلام کو مرحمت ہوا۔ جیسا کہ محب الطبری نے ریاض النضرہ فی فضائل العشرہ میں اور علامہ ابن عبد البر نے استیعاب وغیرہ میں یہی بات نقل کی ہے۔ مگر تعجب ہے کہ ہمارے اہل سنتہ بھائی اِن واضح ارشاداتِ پیغمبر کو نظر انداز کرتے ہوئے حضرت علی علیہ السلام کے مقابلے میں حضرت عمر بن الخطاب کو "فاروقِ اعظم" تسلیم کرتے ہیں حالانکہ خود حضرت عمر کو اکثر مسائل میں حضرت علی علیہ السلام سے ہدایت کی احتیاج ہوئی اور جناب علیؑ کے ہادی ہونے کو خود اہل سنت کے فاروق اعظم نے بایں الفاظ تسلیم کیا کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاکت میں پڑ جاتا اور کبھی یوں اقرار کیا کہ ہم میں سب سے بڑے فیصلہ کرنے والے (قاضی) علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

اہلسنت بھائیوں سے دست بستہ گذارش ہے کہ برادرانِ اسلام! میرا مقصد تحریر تنقیص حضرت عمر نہیں بلکہ میں محض آپ کی توجہ اس طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں کہ حق و باطل میں فرق وہی شخصیت نمایاں کر سکتی ہے جو مسائل کی حقیقت سے واقف اور قضایا کی تہہ تک رسائی حاصل کر سکتی ہو کیونکہ قضیہ کی تہہ کو نہ پہنچنا اس امر کی دلیل ہوتا ہے کہ حق و باطل میں امتیاز نہیں اور یہی بات قلتِ علم کا بھی ثبوت بنتی ہے۔ لہٰذا آپ سے محبت کے ساتھ اپیل کرتا ہوں کہ اطاعت رسولؐ کی شرط کو پورا کرتے ہوئے حضرت علی علیہ السلام کو ہی فاروق اعظم تسلیم کریں۔ کیونکہ خود حضرت عمر بھی اُن سے علم و ہدایت حاصل کرنے پر مجبور ہوتے رہے۔ اس کے بعد اب چند عبارتوں کا مطالعہ فرمائیے جو تمام تر کتب سنیہ سے نقل کی جا رہی ہیں۔

"ابو لیلیٰؓ سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے تھے عنقریب میری اُمت میں فتنہ برپا ہوگا۔ جب ایسا ہو تو تم ملازمت علیؑ اختیار کرو۔ بتحقیق وہ حق و باطل میں فرق کرنیوالا (فاروق) ہے۔"
(روایت اہل سنت :۔ اخرجہ الخوارزمی والدیلمی وابن عبدالبر فی الاستیعاب بحوالہ ارجح المطالب باب اوّل ص۲۶)

"حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ جناب امیرؑ سے فرماتے تھے کہ تم صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہو کہ تم حق و باطل میں فرق کرو گے۔"
(روایت اہل سنت :۔ الریاض النضرہ فی فضائل العشرہ لمحب الطبری بحوالہ ارجح المطالب باب اوّل ص۲۵)

سابقیتِ اسلام

باوجودیکہ ہم شیعانِ اہل بیتؑ کا ایمان یہ ہے کہ جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام نورِ محمدؐ سے ہونے کی وجہ سے قبل از ابتدائے تخلیقِ کائنات ایمان والے ہی تھے بلکہ ایمانِ مجسم تھے تاہم کتب اہل سنتہ والجماعۃ سے بھی یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ حضرت علیؑ نے ہی سب سے پہلے اظہار ایمان فرمایا۔
(ا) شیخ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی کا شمار اہل سنتہ کے مشہور علمائیں ہوتا ہے۔ آپ اپنی کتاب "مطالب السئول" کے صفحہ ۳۸ پر حضرت حیدر کرارؑ کے متعلق لکھتے ہیں کہ
"تحقیق وہ (علیؑ) مردوں میں سے سب سے پہلے رسولِ خداؐ پر ایمان لائے۔"

(ب) اسی طرح اہل سنتہ علامہ ابن عبدالبر اندلسی اپنی مشہور کتاب

"استیعاب فی معرفتہ الاصحاب" میں تحریر کرتے ہیں کہ :۔ "شہاب، قتادہ اور ابن اسحاق کا قول ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت علیؑ مسلمان ہوئے۔"

(ج) علامہ طبری اپنی تاریخ کبیر جلد ۲ ص ۲۱۵ مطبوعہ مصر میں مشہور صحابی جن کا شمار اہلِ سنتہ عشرہ مبشرہ میں کرتے ہیں حضرت سعد بن وقاص کا قول اس طرح مرقوم ہے :۔ "محمدؐ بن سعد بن وقاص نے بیان کیا کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ کیا (حضرت) ابوبکر آپ لوگوں میں سے سب سے پہلے مسلمان ہوئے تو سعد بن وقاص (صحابی رسولؐ) نے جواب دیا "نہیں" بلکہ حضرت ابوبکر سے پہلے پچاس سے زیادہ مسلمان ہو چکے تھے۔ ہاں مگر ابوبکر کا اسلام ہم سے افضل تھا۔"

نوٹ :۔ یہ حضرت سعد بن وقاص کا اپنا عقیدہ ہے۔ واضح ہو کہ یہی سعد معتقد ابوبکر ہیں جن کا لڑکا عمر بن سعد لعین معرکہ کربلا میں لشکر یزید پلید کا کمانڈر تھا۔

المختصر مندرجہ بالا عبارات کتب اہلسنت ثابت کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر سابقیت اسلام کے لحاظ سے بھی "صدیق اکبر" قرار نہیں پا سکتے۔

کہا جا سکتا ہے کہ یہ روایات کتب اہل سنت میں موجود ہونے کے باوجود بھی ناقابلِ قبول ہیں کیونکہ احتمال وضعیت کا عذر موجود ہے لہٰذا بہتر ہو گا کہ "صدیق" کا مرتبہ قرآن مجید سے بھی دیکھ لیا جائے۔

صدیق اور قرآن

قرآن مجید کی سورۃ النساء میں ارشادِ خداوندی ہے کہ "جو لوگ اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں پس وہ لوگ ان لوگوں کیساتھ

ہوں گے جن پر کہ اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے اور وہ نبی، صدیق، شہید اور صالح میں ہیں اور ان کی رفاقت اچھی ہے۔"

اس آیہ مبارکہ کی شانِ نزول یہ ہے کہ ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں جناب امیر علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ کیا ہم جنّت میں آپؐ کی زیارت سے مشرف ہونگے جس طرح کہ دنیا میں ہوتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ہر ایک نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے جو اس کی اُمّت میں سب سے پہلے اُس پر ایمان لاتا ہے پس آیت شریف نازل ہوئی کہ وہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر کہ خدا تعالیٰ نے انعام کیا ہے۔ پس رسول اللہؐ نے حضرت امیرؑ کو فرمایا اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے یا علیؑ تیرے سوال کا جواب نازل کیا ہے اور تجھے میرا رفیق بنایا ہے کیونکہ تُو سب سے پہلے ایمان لایا اور تو صدیق اکبر ہے۔

(تفسیر ابن الحجام، ارجح المطالب ب۲ ص۷)

اسی طرح سورۂ زمر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور وہ شخص کہ آیا ساتھ سچ کے اور جس نے کہ تصدیق کی اس کی وہی لوگ رستگار ہیں۔"

مجاہد اس آیت شریف کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص کہ آیا ساتھ سچ کے وہ جناب رسول خداؐ ہیں اور جس نے کہ تصدیق کی اس کی وہ علی علیہ السلام ہیں۔"

یہی تفسیر اس آیہ مبارکہ کی ابن عساکر نے لکھی ہے اور حافظ ابو نعیم نے الحلیہ میں اور الفقیہ ابن مغازلی نے مناقب میں رقم کی ہے جیسے مولوی عبید اللہ بسمل نے ارجح المطالب کے دوسرے باب میں صفحہ ۸۰ پر تسلیم کیا ہے۔ حافظ جلال الدین سیوطی نے دُرِ منثور میں اس کا ذکر کیا ہے اور ابن مردویہ نے سے بروایت حضرت ابوہریرہ بیان کیا ہے۔

سورۃ التوبہ میں فرمانِ خداوندی ہے کہ :- " اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔"

ملاحظہ ہو تفسیر دُر منثور علامہ سیوطی، تفسیر ثعلبی اور الحلیہ حافظ ابو نعیم میں حضرت ابن عباسؓ سے اِس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ صادقوں سے مراد بالخصوص علیؑ ہیں کیونکہ **وہ سچوّں کے سردار ہیں۔**

قرآن مجید کی سورۃ الحدید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ پر اور رسولؐ پر وہ صدیق اور شہید ہیں۔ اور ان کے رب کی طرف سے اُن کے لئے اجر ہے اور ان کے لئے نور ہے۔

اہلسنت کے آئمہ اربعہ میں سے امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں ثعلبی نے اپنی تفسیر میں فقیہ ابن مغازلی نے مناقب میں اس آیت کریمہ کی شانِ نزول بروایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس طرح مرقوم ہے کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی۔

قرآن مجید کی آیت مباہلہ کی تفسیر میں بلا اختلاف تمام اکابر مفسرین اہل سنت تسلیم کرتے ہیں کہ جناب رسول خداؐ میدانِ مباہلہ میں صرف چار مقدّس نفوس یعنی حضرت امام حسن علیہ السلام، حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا اور حضرت علی علیہ السلام کو لے کر تشریف لائے۔

اپنے اطمینان کے لئے آپ قرآن مجید مطبوعہ تاج کمپنی میں آیت مباہلہ کی تفسیر "موضح القرآن" برحاشیہ از شاہ عبدالقادر محدّث دہلوی ملاحظہ کرلیں۔ یا قرآن مجید مترجم مولوی اشرف علی تھانوی مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز لاہور میں تفسیری حاشیہ مذکورہ دیکھ لیں۔ علاوہ ازیں تفسیر دُر منثور علامہ جلال الدین سیوطی، تفسیر کبیر علامہ فخر الدین رازی اور

دیگر معتبر کتب تفسیر قرآن میں بھی رسول خداؐ کے ساتھ انہی چار پاک اور مقدس ہستیوں کا ذکر ہے۔

برادرانِ اہلسنت! ذرا غور فرمایئے کہ آیتِ مباہلہ میں "انفسنا" بصیغۂ جمع ہے۔ اس لیئے گنجائش تھی کہ رسولؐ صادق آپ کے خلفاؑ کو بھی ساتھ لے جاتے۔ مگر نہ لے گئے۔ حضرات ابوبکر، عمر و عثمان کو شرفِ شرکتِ مباہلہ کیوں حاصل نہ ہو سکا؟ کیا کوئی ہے جو اس کا انکشاف کر دے؟ علاوہ ازیں "نسائنا" بھی جمع کا صیغہ ہے اس کے لحاظ سے بھی گنجائش تھی کہ آنحضرتؐ ازواج میں سے کسی کو ساتھ لے لیتے جبکہ بقول اہل سنۃ والجماعۃ بی بی عائشہ "صدیقہ" بھی تھیں۔ پھر آخر کیا وجہ تھی کہ حضورؐ بی بی عائشہ کو بھی چھوڑ گئے۔ کیا اہل سنّت بھائیوں کے "صدیق" اور "صدیقہ" اس معیارِ صداقت پر پورے اُترتے تھے۔ جو کہ مباہلہ کے لیئے ضروری تھا۔؟ اگر حضرت ابوبکر اور بی بی عائشہ یا حضرت عمر اس معیار پر پورے اُترتے تھے تو حضرت رسولِ خداؐ نے اِن کو مباہلے میں شامل کیوں نہ کیا؟ اِن استفسارات پر غور کیجیئے اور جواب حاصل کرنے کی کوشش فرمایئے۔

مباہلہ میں حضرت ابوبکر کی عدم شرکت مجبور کرتی ہے کہ سوچا جائے کہ اگر وہ واقعی صدیق تھے تو پھر کیفیت برعکس کیوں ہوئی؟ حضرت عمر حق و باطل میں فرق کرنے کے لیئے باطل کے خلاف مباہلہ میں کیوں شامل نہ ہو سکے اور بی بی عائشہ اس شرفِ شرکت سے کیسے محروم ہو گئیں۔ اور اس محرومی کے باوجود وہ لفظِ صدیقہ کی مصداق کیونکر قرار پائیں۔

معاف کیجیے۔ ناراض نہ ہوں ہم تو محض سمجھنا چاہتے ہیں اگر آپ اِن سوالات کے بارے میں کچھ اظہارِ خیال فرمانے کی صلاحیت رکھتے ہیں تو از راہِ مہربانی تحریری طور پر بندہ کم فہم کو سمجھا دیجیے۔ کیونکہ مجھے جو اس بات کی سمجھ آئی ہے وہ یہ ہے کہ آیتِ مباہلہ کے آخری الفاظ یہ ہیں کہ "ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین" قرآن کریم کی اس عبارت کی رُو سے محض جھوٹوں پر عذاب نازل ہونے کا خوف تھا۔ لیکن از روئے عقیدۂ اہلسنت حضرت ابوبکر و عمر اور بی بی عائشہ و بی بی حفصہ کے لئے تو خوف نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ بقول اہل سنّت حضرت ابوبکر "صدیق" تھے، بی بی عائشہ "صدیقہ" تھیں۔ حضرت عمر حق و باطل میں فرق کرنے والے "فاروق اعظم" تھے اور رہ گئیں بی بی حفصہ سو وہ بھی تو "فاروق اعظم" اہل سنۃ کی صاحبزادی تھیں۔ پھر ہمیں اس کے علاوہ کوئی اور وجہ سمجھا دیجیے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے انہیں مباہلے کے وقت اپنے ہمراہ کیوں نہ لے لیا۔ شاید ہمارے علم میں بھی اضافہ ہو جائے۔

یہ سوچنا کہ اہل سنّت کے رفیقِ غار کو رفیقِ مباہلہ ہونے کا شرف کیوں حاصل نہ ہو سکا۔ علمائے اہل سنت کے ذمہ ہے چنانچہ ہم دوسری طرف آتے ہیں کہ واقعہ مباہلہ ثابت کرتا ہے کہ "صدیق اکبر" اور "فاروق اعظم" حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ جو میدانِ مباہلہ میں معیارِ صداقت پر پورے اُترتے ہوئے باطل عیسائیت کے مقابلہ میں اللہ اور اس کے رسول ص کی مرضی سے صالحیت کا تاج زیب سر کئے ہوئے شہیدِ رسالت (گواہ) بن کر حق و باطل کا فرق نمایاں کرنے کے لئے

تشریف لائے اور جناب سیدہ فاطمہ زہرا صدیقۃ الکبریٰ ہیں جو رسالت کی گواہ بن کر مباہلہ میں تشریف لائیں۔ اور وہ کیوں نہ صدیقہ ہوں جبکہ مصدق الرسل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ٹکڑا ہیں جیسا کہ حضورؐ کی حدیث صحیح بخاری میں موجود ہے "فاطمۃ بضعۃ منی" فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے۔ اور اس کے بعد یہ فضیلت بھی مخدومہ کونین کو حاصل ہے کہ وہ علیؑ جیسے صدیق اکبر اور فاروق اعظم کی زوجہ ہیں۔ اور یہی نہیں بلکہ جناب سیدہؑ حسینؑ جیسے فاروق شہید کی والدہ ہیں جنہوں نے میدان کربلا میں اپنے اصحاب باوفا اور اقرباء و اولاد کی قربانی دینے کے بعد زیر خنجر سجدہ ادا کر کے حق و باطل میں ایسا فرق ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قائم فرما دیا کہ باوجود دشمنان اہلبیت ناصبیوں کی تقریروں اور تحریروں کے آج تک یزید کی جمہوری حکومت "خلافت" ثابت نہ ہو سکی۔

علیٰ ہذا القیاس متذکرہ بالا روایات و عبارات از کتب اہل سنۃ سے یہ امور روز روشن کی طرح واضح ہو گئے ہیں کہ حضرت علیؑ علم و عمل اور مرتبے میں بعد از رسولؐ سب سے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ اور ان میں وہ تمام شرائط موجود ہیں جو "صدیق اکبر" اور "فاروق اعظم" کیلئے لازمی ہیں۔ لہٰذا اہل سنۃ والجماعۃ کی کتب ہی سے ثابت ہو گیا کہ جناب سرور کائناتؐ نے خطابات "صدیق اکبر" اور "فاروق اعظم" حضرت علی علیہ السلام کو ہی عطا فرمائے تھے۔

خصوصی معروضات

علاوہ دیگر وجوہ کثیرہ کے حسب ذیل وجوہات ہمیں یہ تسلیم کرنے

سے باز رکھتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق اعظم تھے۔

وجہ اوّل :- واضح ہو کہ حضرت ابوبکر نے خود عوام سے یہ بات کہی کہ "اگر میں اُلٹا چلوں تو مجھے سیدھا کر دینا کیونکہ شیطان مجھ پر مسلّط ہے" ان کا یہ قول اکثر مستند کتب اہل سنّت میں لکھا ہے مثلاً تاریخ خلفا علامہ اہل سنت جلال الدین سیوطی اور الامامت والسیاست ابن قتیبہ دینوری وغیرہ۔

صاحبانِ عقل خود فیصلہ فرما سکتے ہیں کہ ایسی شخصیت کو کیسے پیشوا تسلیم کیا جا سکتا ہے جو ہدایت میں خود عوام کا محتاج ہو اور تسلّطِ شیطان کا اعتراف خود کرے۔ "صدیق اکبر" کے مرتبہ اعلیٰ پر تو وہی ہستی فائز ہو سکتی ہے جو ہدایت میں عوام کی منت کش نہ ہو اور اس کے ایمان میں اتنی پختگی ہو کہ شیطان اس کے قریب بھی نہ پھٹکے وہ سراپا حق و صداقت ہو۔ یہاں تک کہ حبیبِ خداؐ یہ فرما دیں کہ علیؑ حق کے ساتھ ہے اور حق علیؑ کے ساتھ ہے۔ یا اللہ پھیر دے حق کو اس جانب جس طرف علیؑ پھرے۔" (روایت اہل سنت۔ مروی اُمّ المسلمین حضرت بی بی عائشہ ارجح المطالب پ۴ ص ۵۹۸)

پس جو بھی فریق علیؑ کا مخالف ہوا از روئے حدیثِ رسولؐ اس نے حق کی مخالفت کی۔ جس نے حق کی مخالفت کی وہ سچّا نہ رہا۔ مگر اہل سنّت کی کتب حدیث و تاریخ اسلام اس بات پر روشنی ڈالتی ہیں کہ فدک وغیرہ کے معاملوں میں حضرت ابوبکر و عمر نے جناب امیر علیہ السلام کی مخالفت کی۔ اِسی طرح جنگِ جمل میں بی بی عائشہ خدا اور رسولؐ کے حکم کے خلاف میدانِ جنگ میں تشریف لائیں۔ اب آپ خود ہی انصاف

کر لیجیے کہ حضرت ابوبکر کو "صدیق اکبر" کیونکر تسلیم کیا جائے۔ اور حضرت بی بی عائشہ کو صدیقہ کس طرح مانا جائے۔ نیز حضرت عمر "فاروق اعظم" کیونکر سمجھے جائیں۔ ؟

وجہ دوم:۔ "صدیق اکبر" وہی قرار دیا جا سکتا ہے جس نے زندگی میں کبھی بھی صداقت کا دامن نہ چھوڑا ہو۔ اس کا ہر فعل صداقت کا نمونہ اور ہر قول سچا ہو۔ چنانچہ "صدیق اکبر" کا ہمیشہ اسلام پر ہونا لازمی ہے۔ کیونکہ کسی بُت کی معبودیت کی شہادت سب سے بڑا جھُوٹ ہے۔ اس لئے جو شخص بھی بُت پرست اور جھوٹ کا پرستار رہا ہو ہرگز "صدیق اکبر" کے لقب کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ہم اس وجہ سے بھی حضرت ابوبکر کو صدیق اکبر تسلیم کرنے سے معذور ہیں، کیونکہ وہ چالیس برس کی عمر میں مسلمان بنے اور قبل از اسلام ان کا نام "عبدالکعبہ" تھا۔ یعنی "کعبے کا بندہ" جو ان کے عقیدۂ معبودیت کعبہ کی غمازی کر رہا ہے۔ اگر ان کا یہ نام صحیح اور ناقابلِ اعتراض ہوتا تو بعد از اسلام ان کا نام "عبداللہ" نہ رکھا جاتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے اپنا نام خود نہیں رکھا تھا بلکہ ان کے والدین نے رکھا تھا تو ہم جواباً عرض کرتے ہیں کہ اگر یہ نام ان کی مرضی اور عقیدہ کے خلاف تھا تو بعد بلوغت ہی اسے انہوں نے بدل کیوں نہ لیا ؟

اسی طرح "فاروق اعظم" بھی وہی قرار دیا جا سکتا ہے، جو حق و باطل میں امتیاز کر سکے۔ لیکن اسلام لانے سے قبل حضرت عمر کی زندگی باطل کی پرستش میں گذری۔ نیز اسلام لانے کے بعد بھی اکثر واقعات ملتے ہیں کہ حضرت عمر حق و باطل میں فرق نہ کر سکے اور

انہیں اپنی اِس کمی کا اعتراف اِن الفاظ میں کرنا پڑا ۔" خدا کی طرف پناہ لے جاتا ہوں کہ میں زندہ رہوں ایسی قوم میں جس میں اے ابوالحسن (علیؑ) آپ نہ ہوں۔"

حضرت عمر کا یہ قول مولوی عبید اللہ بسمل امرتسری نے اپنی کتاب ارجح المطالب باب ۳ ص ۱۲۳ میں سات معتبر کتب اہل سنت سے نقل کیا ہے۔ نیز صلح حدیبیہ میں حضرت عمر کی رائے حضورؐ کے حکم کے خلاف تھی اور حضورؐ کے خلاف حضرت عمر کی رائے کو ہرگز سچا تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

وجہ سوم :۔ چونکہ "صراطِ مستقیم" "مغضوب علیہم" کا راستہ نہیں اور صدیق کا راستہ یقیناً صراطِ مستقیم ہے۔ لیکن ارتفاع ضدین و اجماع نقیضین محال ہے۔ لہٰذا "صدیق اکبر" "مغضوب علیہم" سے نہیں ہو سکتا مگر مجبوری یہ ہے کہ حضرت ابوبکر پر جناب صدیقۃ الکبریٰ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا غضبناک ہوگئیں جیسا کہ صحیح بخاری میں " فغضبت فاطمہ علی ابی بکر" کے الفاظ موجود ہیں اور شدید ناراضگی سیدہؑ "صحیح مسلم" سے بھی ثابت ہے۔ اِن دونوں کتابوں میں جو بات موجود ہو وہ محدثین کے نزدیک "متفق علیہ" کہلاتی ہے لہٰذا غضب سیدہؑ پر حضرت ابوبکر متفق علیہ (صُغرا) اور ارشادِ پیغمبرِ خداؐ بروایت مسور بن مخرمہ صحیح بخاری میں یوں موجود ہے کہ فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے جس نے اس کو غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کر لیا" (کُبرا)۔

لہٰذا منطقی نتیجہ یہ ہوا کہ بربنائے "صحیح بخاری" و "صحیح مسلم"

وعلی شرط الشیخین حضرت ابوبکر کو مغضوبِ رسولؐ تسلیم کرنا پڑتا ہے۔
اِس امر میں کوئی مسلمان شک نہیں کرتا کہ غضبِ رسولؐ غضبِ خدا ہے
علاوہ ازیں یہ بھی حدیثِ رسولؐ ہے:۔

"اے فاطمہؑ خدا راضی ہوتا ہے تیرے راضی ہونے کے ساتھ اور غضبناک ہوتا ہے تیرے غضبناک ہونے کے ساتھ۔" (الحلیہ حافظ ابونعیم اور طبرانی شریف وغیرہ)

لہٰذا کتب اہل سنتہ والجماعۃ کی رُو سے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ حضرت ابوبکر "مغضوب" قرار پائے ہیں۔ چنانچہ ان کو "صدیق اکبر" ماننے سے ہمیں بخاری اور مسلم جیسی صحیحین اور دیگر معتبر کتب اہل سنتہ روکتی ہیں۔ جناب سیدۃ النساء کا غضب جو کہ غضبِ رسولؐ اور غضبِ الٰہی ہے ان کی وفات تک باقی رہا۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ اہل سنتہ کے فخر المحدثین شیخ عبدالحق محدّث دہلوی اپنی کتاب "اشعتہ اللمعات" میں تحریر فرماتے ہیں کہ جناب سیدہؑ نے وصیّت فرمادی کہ ابوبکر و عمر میری تجہیز و تکفین میں شامل نہ کیئے جائیں۔ اب "صحیح بخاری" و "صحیح مسلم" کا ترجمہ کرنے والے اپنی طرف سے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہؑ بعد میں راضی ہوگئی تھیں۔ حالانکہ راضی ہونے کے متعلق ایک لفظ بھی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے متن میں موجود نہیں۔ اور نہ ہی راضی ہونے کا کوئی ذکر ان دونوں اماموں (امام بخاری و امام مسلم) نے اپنی صحیحین میں کیا ہے۔ البتہ غضب و ناراضگی کا ذکر واضح طور پر موجود ہے۔ اگر یہی اصرار باقی رہے کہ غضبناک ہونے کے بعد راضی ہوگئی تھیں تو بھی کم از کم یہ تو ثابت

رہے گا کہ حضرت ابوبکر بعد از اسلام کچھ دیر تو مغضوب علیہ رہے۔ پھر بھی وہ حضورؐ کے سندیافتہ "صدّیق اکبر" قرار نہیں پا سکتے۔ کیونکہ جب حبیبِ خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طاہر و مطہّر زبانِ وحی بیان سے "صدیق اکبر" کا خطاب پانے والا کبھی مغضوب علیہ ہو جائے ناممکن ہے۔ لہٰذا صحیح بخاری اور صحیح مسلم پر اس معاملہ میں اعتماد کر لینے کے بعد ہمارے یہ گنجائش باقی نہیں رہتی ہے کہ ہم قرآن وحدیث کے خلاف حضرت ابوبکر کو "صدیق اکبر" اور حضرت عمر کو "فاروق اعظم" مان لیں۔

وجہ چہارم :۔ چونکہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنی اُمّت کو یہ ہدایت فرمائی کہ قرآن اور عترت اہل بیتؑ رسول سے تمسّک رکھو تو میرے بعد گمراہی سے بچے رہو گے۔ اِس واسطے ہر اُمّتی پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ زہرا کی ہر معاملہ میں موافقت کرے۔ کیونکہ ان کی مخالفت نقیض تمسّک ہے چنانچہ ہمارے لئے ضروری ہے کہ "معاملہ فدک" بین تمسّک بالقرآن داہلبیتؑ کے لئے جناب فاطمہؑ کی موافقت کریں۔ اس مقام پر حضرت ابوبکر کی ناموافقت خود بخود لازم ہو جائے گی۔ جب تک یہ مخالفت نہ ہو گی موافقت قولِ سیدہؑ نہ ہو گی۔ پھر حکم تمسّک کی تکمیل کیسے ہو گی! لہٰذا اطاعتِ رسولؐ کی شرط تبھی پوری ہو گی جب ہم حضرت ابوبکر کے خلاف جناب سیدہ کی موافقت کر کے تمسّک اہل بیت باقی رکھتے ہوئے کبھی ہم جس کا ساتھ دے سکیں اور ایسی شخصیت صرف امیرالمومنین علیؑ ابن ابیطالب ہیں۔ کیونکہ وہ معاملہ فدک میں جناب سیدہ کے دعوے کی موافقت میں شہادت دینے والے تھے۔ اور یہ امر

اظہر من الشمس ہے کہ کم از کم فدک کے معاملے میں حضرت ابوبکر و عمر نے حضرت علیؑ و فاطمہؑ کی مخالفت کر کے تمسک اہل بیت کے معاملہ میں حکمِ رسولؐ کی خلاف ورزی کی اور پیغمبرؐ کے حکم کے خلاف عمل کرنے والا خود ہی مطیعِ رسولؐ قرار نہیں پا سکتا چہ جائیکہ اطاعتِ رسولؐ کرنے والوں کا پیشوا اور "صدیق اکبر" یا "فاروق اعظم" سمجھا جائے۔

وجہ پنجم :- "صدیق اکبر" یا "فاروق اعظم" کے لئے لازمی ہے کہ ان سے کبھی خلاف ورزیٔ حکمِ خدا سرزد نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی خلاف ورزی کرنے والا جب خود ہی اطاعتِ خدا کی شرط کو پوری نہیں کرتا تو آیتِ محولہ کے مطابق "صدیق" یا "فاروق" کیسے ہو سکتا ہے۔ جبکہ اوّل شرط قرآنی اطاعتِ خدا ہے۔ لیکن ہمیں افسوس ہے کہ اہل سنتہ کی معتبر کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر نے جہاد کے معاملہ میں حکمِ خدا کی تعمیل نہیں کی اور پروردگار کا وہ حکم قرآن مجید میں سورہ "انفعال" میں ہے کہ :-

" اے ایمان والو! جب کافروں سے تمہاری مڈبھیڑ ہو تو انہیں پیٹھ نہ دکھاؤ اور باستثنائے اس شخص کے جو قتال کے لئے ہنر کرے یا اپنے گروہ سے ملنا چاہے۔ جو شخص ان کو پیٹھ دکھائے گا وہ خدا کا غضب لے کر پلٹے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنّم ہوگا وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔"

سورہ انفعال کی اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ جہاد سے بھاگنے والا شخص مغضوب علیہ بھی ہے اور جہنّمی بھی۔ ایسا شخص صراطِ مستقیم پر نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اُسے پیشوا تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

یہ تو ہے قرآن کا فیصلہ اور قانونِ خداوندی اب حضرات اہلسنت کی مایہ ناز کتب سے حسب ذیل اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں۔ تاکہ آپ خود فیصلہ فرماسکیں کہ "صدیق اکبر" اور "فاروق اعظم" کون ہے۔

غزوۂ اُحد کا ذکر کرتے ہوئے علامہ اہل سنّت حسین بن محمد دیار بکری اپنی کتاب "تاریخ الخمیس" میں حضرت ابوبکر کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ جب اُحد کے دن رسولؐ کے پاس سے لوگ منتشر ہو گئے تو سب سے پہلے میں نبیؐ کے پاس واپس آیا تھا۔" (واپس آنا تبھی ممکن ہے جب فرار کیا ہو)

تاریخ حبیب السیر میں مسلمانوں کے فرار کا ذکر کرنے کے بعد صاحبِ تاریخ مذکور رقم فرماتے ہیں:۔

"پُرسید کہ ابوبکر و عمر کجا بودند، گفت آں نیز در گوشہ رفتہ بودند۔"

یعنی جب یہ پوچھا گیا کہ ابوبکر و عمر کہاں تھے؟ تو راوی نے کہا وہ بھی کسی کونے میں چلے گئے تھے۔

جنگ حنین جو کہ بیعت رضوان کے بعد ہوئی ہے میں جو حال جناب ابوبکر کا تھا وہ تفسیر قادری کے مطالعہ کے بعد واضح ہو جاتا ہے۔ تفسیر مذکور میں صاف لکھا ہے کہ حنین کی جنگ میں تمام اصحاب حضورؐ کو میدان میں چھوڑ کر بھاگ گئے بجز حضرات علیؑ، عباسؓ، عبداللہؓ بن مسعود اور ابوسفیان بن حارث کے۔ غور کیجئے فرار نہ کرنیوالوں میں حضرات ابوبکر و عمر کا نام نہیں ملتا ہے۔ اس کے علاوہ صحیح بخاری "کتاب المغازی" میں ابوقتادہ صحابی کی ایک روایت ہے کہ جنگِ حنین

میں جب لوگ رسولؐ کو چھوڑ کر بھاگے تو میں بھی بھاگا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عمر بھی اُن ہی میں موجود ہیں۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ لوگوں کو کیا ہوا؟ تو حضرت عمر نے کہا اللہ کی مرضی۔

محترم احباب! اہل سنّت کی کُتب ہی سے معلوم ہو گیا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پروردگارِ عالم اور سرکارِ دوعالمؐ کے احکام کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے۔ حالانکہ "صدیق اکبر" کا خطاب پانے کے بعد ثابت قدمی کے ساتھ جہاد کر کے عملی تصدیق کرنا ضروری تھی۔ لیکن حضرت ابوبکر ایسی عملی تصدیق کرنے سے قاصر رہے۔ نیز یہ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے خلاف جہاد سے ہٹ کر خود حق سے علیحدہ ہو گیا ہو اس سے کیا امید کی جا سکتی ہے کہ حق و باطل میں فرق کرنے والا "فاروق" ہو۔

خطاب سیف اللہ

جس طرح القاب "صدیق اکبر" اور "فاروق اعظم" بارگاہِ نبوّت سے برضائے خداوندی حضرت علی علیہ السلام کو عطا ہوئے ہیں۔ اسی طرح خطاب "سیف اللہ" بھی حضورؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو عنایت فرمایا۔ جیسا کہ کتب اہل سنّت سے ثابت ہوتا ہے۔

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد کیا کہ یہ علی بن ابیطالب (سیف اللہ المسلول) خدا کی برہنہ شمشیر ہے خدا کے دشمنوں پر"۔

(روایت اہل سنت:۔ اخرجہ ابوسعید فی شرف النبوۃ۔ ارجح المطالب باب اوّل صہ۴۳)

"حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب سعادت میں مدینہ کی ایک دیوار کے نیچے گذر رہا تھا اور حضرتؐ نے علیؑ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا ناگاہ ایک نخل کے پاس سے ہو کر گذرے وہ نخل چلا کر کہنے لگا یہ محمدؐ ہیں نبیوں کے سردار اور یہ علی ہیں ولیوں کے سردار پاک اماموں کے باپ۔ پھر ہم وہاں سے آگے بڑھے ایک اور نخل چلا کر کہنے لگا یہ محمدؐ ہیں خدا کے رسول اور یہ علی ہیں خدا کی شمشیر (سیف اللہ) پس حضرتؐ جناب امیرؑ کی طرف ملتفت ہو کر فرمانے لگے ان کا نام "صیحانی" رکھو اس لئے اس قسم کی کھجوروں کا نام صیحانی رکھا گیا۔"

(روایت اہل سنت :۔ اخرجہ السمھودی فی خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفٰے بحوالہ ارجح المطالب باب اوّل صـ ۴۳)

پس منقولہ بالا روایات سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچا کہ رسولؐ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودہ اور خداوند عظیم کے پسندیدہ "صدیق اکبر" "فاروق اعظم" اور "سیف اللہ" صرف حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہی ہیں۔ یہی وجہ ہے سرکار امیر المومنینؑ نے اکثر مقامات پر اپنی ذات عالی صفات کو زیر بحث القابات کا مصداق فرمایا اور کسی بھی شخص کو اعتراض کی جرائت نہ ہو سکی۔ جب وفات رسولؐ کے بعد لوگوں نے ثقل دوم سے نگاہیں پھیر لیں اور اُمّت متوقع فتنوں میں گھر گئی تو اہل بیتؑ کی شان کو گھٹانے کے لئے تمام حربے آزمائے گئے۔ اُن تدابیر میں سے ایک حیلہ یہ بھی کیا گیا کہ جو اعزازی القابات اہل بیتؑ کے افراد کو عطا ہوئے اُمّت نے اُن القابات کو دوسروں کے

سر تھوپ دیا۔ مگر حقیقت بہر حال حقیقت ہی رہتی ہے۔ نُور پر لاکھ پردے ڈالے جائیں اُس کی چمک ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ باوجود لاکھ کوششوں کے خُدا کا نُور تاباں ہے اور یہ بندوبستِ قدرت ہے کہ جھوٹی زبان سے بھی سچّی بات نکل ہی آتی ہے۔

لوگوں نے اعلیٰ القابات کے لئے دیگر افراد تو منتخب کر لئے مگر شانِ خداوندی ہے وہ لوگ ان خطابات کے معیار پر نہ ہی پُورے اُتر پائے اور نہ ہی اُن کو خود یہ جراُت ہو سکی کہ اپنی زبان سے یہ دعویٰ کر سکتے کہ یہ القابات ہم کو بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے عطا کئے گئے ہیں۔ ہم علانیہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر کوئی صاحب کسی ایک بھی روایت سے خواہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو کتب اہل سنۃ والجماعۃ سے یہ ثابت کر دیں کہ حضرات ابوبکر و عمر و خالد بن ولید نے یہ دعوےٰ کیا ہو کہ ہم کو رسول ؐ اللہ یا خُدا نے "صدیق اکبرؓ" "فاروق اعظمؓ" اور "سیف اللہ" بنایا ہے تو میں مسلک شیعہ چھوڑ دوں گا۔ جبکہ حضرت علی علیہ السلام کا ایسا دعویٰ شیعہ کُتب تو رہیں ایک طرف خود سُنّی کتابوں میں مرقوم ہے۔ والسلام و الدعا۔

اے کہ نشناسی خفی را از جلی ہشیار باش
اے گرفتارِ ابوبکر و علی ہشیار باش

(اقبال)

مخلص

عبدالکریم مشتاق